JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 18, Issue: 02, Jan – Jun 2025

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

فقہِ حنفی وظاہری میں ربا اور صرف کا تصور: معاصر معیشت کے تناظر میں تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Ribā and Ṣarf in Ḥanafī and Ẓāhirī Jurisprudence: A Comparative and Analytical Study in the Context of Contemporary Economy

Dr. Muhammad Talha Hussain*
Lecturer, Department of Fiqh and Shariah,
The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

ABSTRACT

This study explores the jurisprudential conception of Ribā (usury/interest) and Ṣarf (currency exchange) in the Ḥanafī and Ẓāhirī schools within the framework of contemporary economic challenges. The concept of Ribā has always remained a focal point in Islamic finance due to its prohibition, while Ṣarf determines the legitimacy of currency transactions under Sharī'ah. This research seeks to critically analyze how the interpretative methodologies of the Ḥanafīs and Ẓāhirīs shaped their rulings on Ribā and Ṣarf and what implications these have for modern economic systems and Islamic banking. The central research question addressed is: "How do the Ḥanafī and Ẓāhirī conceptual frameworks of Ribā and Ṣarf differ, and how can these juristic positions be applied to address contemporary economic issues, particularly in Islamic finance and currency trading?" The methodology adopted in this study is qualitative, analytical, and comparative, relying on classical fiqh texts of both schools, their uṣūl al-fiqh principles, and contemporary scholarly discourse on Islamic economics and finance. The study further incorporates content analysis of contemporary banking practices to assess compatibility with classical juristic rulings. The findings suggest that the Ẓāhirī school holds a strict and literal view on Ribā and Ṣarf, while the Ḥanafī school provides a more flexible understanding that can better address some modern financial practices within Shariah guidelines. This study concludes that recognizing these differences is important for developing practical and effective Islamic economic policies to deal with today's financial issues.

Keywords: *Islamic Finance, Economy, Ribā, Usury, Ṣarf, Currency, Sharī'ah.*

تمہید

ازروئے لغت مال کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس کی جانب انسانی طبائع میلان رکھیں۔ انسان کی دنیاوی حیات کا حسن وقبح بنیادی ضروریات کی تکمیل یا عدم پر ہے۔ ان ضروریات کی تکمیل کی اساس مال وزر پر ہے کیونکہ اسی کی بدولت افراد کو یہ

CC BY

ضروریات حاصل ہوتی ہیں جبکہ مال وزر کی کمی ان کی تکمیل میں خلل پیدا کرتی ہے۔اسلام ایسے ہر اقدام کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جس کے نتیجے میں مال ودولت چند افراد کے ہاتھوں میں محصور ہو اور اس کے نتیجے میں عوام الناس کا استحصال لازم آئے۔مال کے نعمت اور خیر ہونے کے تصور کے ساتھ ساتھ اسلام اسے آزمائش قرار دیتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کسب وصرف میں خالق کی مقرر کردہ حدود وقیود کا خیال رکھنا لازم ہے۔ان حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا حصول اور خرچ باعثِ اجر واطمینان جبکہ ان کی خلاف ورزی کی صورت میں یہی مال ذلت وخسران کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

کسبِ مال کی ایک صورت ربا ہے جسے شریعتِ مطہرہ نے تدریجاً حرام قرار دیا ہے۔ربا نہ صرف حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی بلکہ دوسروں کے استحصال پر مبنی ہے۔اسلام نے قرض پر معیاد کے بدلے متعین اضافہ کے ساتھ ساتھ دوسری بہت سی صورتوں کو بھی ربا کے زمرے میں شامل کر کے اس کے تصور کو وسعت دی ہے جس میں بیع صرف بھی شامل ہے۔مذکورہ مقالہ کی بحث فقہِ حنفی و ظاہری کے ہاں ربا اور صرف کے تصور کو محیط ہے جس کا عصرِ حاضر کی معیشت کے تناظر میں تقابل وتجزیہ پیش کرنے کے بعد نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ربا کا مفہوم اور حقیقت وماہیت

لغت میں ربا زیادتی اور بڑھوتری کے معنی میں آتا ہے۔[1] قرآن پاک میں اسی لغوی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ارشادِ ربانی ہے کہ:

"وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ"[2]

ترجمہ:اور جو ربا تم دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھے وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔

فقہاء کے نزدیک ربا کے اصطلاحی معنی کے بیان سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ اردو میں ربا کا معنی عموماً سود کیا جاتا ہے۔مروجہ سود یہ ہے کہ مال کی متعین مقدار پر متعین مدت تک ادھار کے بدلے معین شرح زائد وصول کرنا۔یہ صورت اگرچہ ربا کے مفہوم میں شامل ہے لیکن تصورِ ربا اسی تک منحصر نہیں۔شرع نے ربا کے مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے مروجہ سود کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر معاملات کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔اس لیے اصطلاحی تعریف میں ان تمام امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ تعریف جامع مانع ہو سکے۔مختصر الفاظ میں ربا کا اصطلاحی مفہوم "کل زیادۃ لایقابلھا عوض" کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر وہ زیادتی جو عوض سے خالی ہو ربا ہے۔ربا سے متعلقہ سورۃ البقرۃ کی آیات کی تفسیر میں امام قرطبی ربا کے اصطلاحی مفہوم کو دو امور پر مشتمل قرار دیتے ہیں:

* **ادھار معاملے میں اصل رقم پر زیادتی۔**
* **نقود اور مطعومات کی خرید وفروخت میں تفاضل۔**[3]

دیکھا جائے تو ان دونوں صورتوں میں عوض سے خالی زیادتی پائی جاتی ہے۔اوّل میں زائد رقم اور ثانی میں نقود یا مطعومات کی برابر مقدار تو ایک دوسرے کے مقابل لیکن زائد مقدار کا کوئی عوض نہیں۔دونوں صورتوں میں زیادتی ربا کے زمرے میں آتی ہے۔ربا کا اصطلاحی مفہوم متعین کرنے میں فقہاء کا اسلوب دیکھا جائے تو بعض فقہاء ربا کی دو بنیادی اقسام ربا الفضل وربا النسیئۃ

کی الگ الگ تعریف ذکر کرتے ہیں جبکہ بعض دونوں کو جامع تعریف پر اکتفا کرتے ہیں۔اسی طرح جامع تعریف کے بیان میں بھی تعبیرات کا اختلاف ضرور پایا جاتا ہے لیکن" عوض سے خالی زیادتی" کا عنصر سب میں مشترک ہے۔مثال کے طور پر علاؤالدین الحصکفی ان الفاظ میں ربا کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہیں:

"انه فضل خال عن عوض بمعیارشرعی مشروط لاحدالمتعاقدین فی المعاوضة"[4]

ترجمہ: بیشک وہ کسی عوض سے خالی زیادتی ہے شرعی معیار کے مطابق جو عقدِ معاوضہ میں عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے مشروط ہو۔

عوض سے خالی زیادتی کو معیارِ شرعی کے ساتھ مقید کرنے کی بنا پر یہ تعریف ربا الفضل پر تو صادق آتی ہے لیکن ربا القرض یا ربا النسیئۃ کو جامع نہیں کیونکہ شرعی معیار سے مراد کیل یا وزن مع الجنس ہے جو کہ ربا الفضل میں پایا جاتا ہے۔ ابن عابدین شامی تعریف کو جامع بنانے کی خاطر ان الفاظ میں ربا کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

"هوفضل مال بلاعوض فی معاوضه مال بمال۔"[5]

ترجمہ: ربا مال کے مال سے تبادلہ میں بلا عوض زیادتی کا نام ہے۔

یہ تعریف ربا کی دونوں اقسام کو متضمن ہے۔ربا کے اسی مفہوم کو ذرا اور وضاحت سے محمد اعلیٰ تھانوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"فضل شرعی خال عن عوض شرط لاحدالمتعاقدین فی عقدمعاوضة۔"[6]

ترجمہ: ربا عقدِ معاوضہ میں ایسی شرعی زیادتی ہے جو کسی بھی قسم کے عوض سے خالی عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے مشروط ہو۔

معلوم ہوا کہ جس زیادتی کے مقابلے میں کوئی عوض نہ ہو وہ ربا میں شامل ہے۔اس میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو مال ادھار دینے پر حاصل ہو کیونکہ راس المال پورا مل جانے کے بعد زیادتی جسے سود کہا جاتا ہے بلا عوض ہے۔ خرید و فروخت کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیادتی بلا معاوضہ حاصل ہو۔زمانہ جاہلیت میں پہلی قسم کو ربا شمار کیا جاتا تھا۔اہلِ عرب ایک متعین مدت تک رقم ادھار دیتے وقت معین شرح سود سے واپسی مشروط کرتے اور مقررہ وقت پر عدمِ ادائیگی کی صورت میں مزید مہلت کے بدلے شرح سود اور بڑھادی جاتی۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اس قسم کے سود کو ربا میں شامل فرمایا بلکہ اس کے مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے قرض پر ہر قسم کے نفع کو بھی ربا قرار دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"کل قرض جرمنفعةفهوربا۔"[7]

ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع کا باعث ہو وہ ربا ہے۔

منفعت کے عموم ہر طرح کا نفع شامل ہے چاہے وہ راس المال پر زائد مشروط رقم کی صورت میں ہو یا ہدیہ کی شکل میں۔ اسی طرح خواہ وہ منافع مالی ہوں یا استعمالی اگر قرض ان کا باعث اور ذریعہ بنے تو وہ ربا کے مفہوم میں شامل اور حرام ہوں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مقروض کی طرف سے ہدیہ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر دونوں کے مابین پہلے سے ہدیہ کے لین دین کا تعامل ہو تو پھر ٹھیک ہے لیکن اگر قرض کے معاملے سے قبل ایسا تعامل نہ ہو تو قرض دینے والے کے لیے ہدیہ لینا درست نہیں۔[8] ظاہر ہے کہ قرض کے بعد ہدیہ کا لین دین نفع کی ہی ایک شکل ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے نقود اور مطعومات کی بیع میں تفاضل کو بھی ربا میں شامل فرمایا اور یکساں اجناس کے تبادلے میں نقد و برابر جبکہ اختلافِ جنس کی صورت میں تفاضل بشرطِ نقد کی گنجائش دی۔ یہ تمام شواہد دلالت کرتے ہیں کہ شریعتِ اسلامیہ کا پیش کردہ تصورِ رباو سیع اور مختلف صورتوں کو متضمن ہے۔

حرمتِ ربا: نصوصِ شرعیہ کے تناظر میں

نصوصِ شرعیہ میں ربا کو واضح اور قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے جس کی حرمت میں نہ تو کوئی ابہام ہے اور نہ ہی کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش۔ یہ ایک انتہائی نازک معاملہ ہے جس پر رائے زنی کرتے ہوئے نہایت احتیاط لازم ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں ربا بتدریج حرام قرار دیا گیا ہے اس لیے مختلف آیات میں مختلف نوعیتوں کے احکام مذکور ہیں۔ یہاں وہ نصوص ذکر کرنے پر اکتفا کیا جائے گا جن کا براہِ راست تعلق ربا کی حرمت اور اس کے ارتکاب پر وعید کے استحقاق سے ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

> "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ"[9]
>
> ترجمہ: مومنو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار رہو۔ اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے اصل سرمایہ ہے کہ نہ تو تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

آغاز میں "اتَّقُوا اللَّهَ" کے الفاظ لاکر حرمت کے حکم پر عمل آسان کرنے کی تدبیر کی گئی ہے کیونکہ خوفِ خدا ہی ایسی چیز ہے جس سے انسان کے لیے مشکلات سہل اور گرانی آسانی میں بدل جاتی ہے۔ نیز منع کے بعد "إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" کے وعید پر مبنی الفاظ میں اشارہ ہے کہ باقی ماندہ سود کو وصول کرنا بھی مسلمان کا کام نہیں۔ آیت کا آخری حصہ اپنی اصل رقم وصول کرنے کا حق دیتا ہے تاکہ کسی فریق کا استحصال لازم نہ آئے۔ اصل رقم کے بارے میں راس المال کے الفاظ میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حرمت کا حکم ہر قسم کے تجارتی و استعمالی قرض پر منطبق ہوگا کیونکہ قرض کوئی بھی ہو راس المال ہی قابلِ وصول ہے۔

اسی طرح ایک اور آیت ہے کہ:

"الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"[10]

ترجمہ: سود کھانے والے اس طرح بروز قیامت کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص جسے شیطان نے بدحواس کر دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔ سو جو کوئی اپنے رب کی طرف سے نصیحت آنے کے بعد رک گیا تو جو ہو اسو ہوا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد اور جو دوبارہ اس کا ارتکاب کرے گا تو ایسے لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیت کا پہلا حصہ سود خوروں کے اخروی انجام کو بیان کر رہا ہے جبکہ دوسرا حصہ اس سزا کا سبب بیان کر رہا ہے کہ امر حرام کے ارتکاب پر اظہارِ ندامت کی بجائے فعلِ بد کی تاویلات اور اسے بیع کی مانند جائز قرار دینا جرم کی شناعت میں اضافہ کا باعث ہے۔ اللہ رب العزت نے ان کے اس قیاسِ فاسد کو تیسرے جملے میں رد فرمایا ہے۔ قرآن نے بیع اور ربا کو یکساں سمجھنے والے کو بدعقل اور مخبوط الحواس کہنے پر اکتفا کیا ہے تاہم وجوہِ فرق بیان نہ فرما کر اس بات کی طرف لطیف اشارہ بھی کیا ہے کہ ان میں فرق ایک بدیہی اور واضح چیز ہے جسے ہر ذی شعور اور عقل مند انسان محسوس کر سکتا ہے۔ مزید ارشادِ ربانی ہے کہ:

"وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا"[11]

ترجمہ: ان کے سود کھانے کی بنا پر حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کی بنا پر (اللہ نے ان پر لعنت کی ہے) اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مرتکبینِ ربا پر لعنت و عذاب کی وعید اس امر کی شناعت اور حرمت کے لیے کافی ہے۔ آیات کی مانند احادیث میں بھی سود کی ممانعت اور اس کے مرتکبین پر شدید وعید وارد ہے۔ ربا سے متعلقہ احادیث دو طرح کی ہیں۔ اوّل وہ جو قرآن میں مذکور ربا کے مفہوم کی تاکید اور اس کے مرتکبین پر شدید وعید پر مبنی ہیں۔ دوم وہ جو ربا البیوع کے مفہوم کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اسے حرام قرار دیتی ہیں۔ ربا کی یہ قسم قرآن میں مذکور نہیں اور نہ ہی اہلِ عرب اسے ربا سمجھتے تھے۔

اوّل قسم کی احادیث میں سے ایک جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

"لعن رسول الله آكل الربواوموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔"[12]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی معاملہ لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ گناہ میں سب برابر کے شریک ہیں۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ربا کے تہتر درجات بیان کیے گئے ہیں جن میں سے سب سے کم اور ہلکا درجہ ایسا ہے جیسا کہ کسی شخص کا اپنی ماں سے نکاح کرنا۔[13] اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"اجتنبواالسبع الموبقات قالوايارسول الله وماهن؟قال الشرک بالله والسحر و قتل النفس التی حرم الله الابالحق واكل الربا و اكل مال اليتيم و التولی يوم الزحف و قذف المحصنات المومنات الغافلات۔"[14]

ترجمہ: سات مہلکات سے بچو۔ صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو، نفسِ محترم کا قتل کرنا الا یہ کہ حق پر ہو اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرنا اور مومن بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

ربا کا مہلکات کے ضمن میں بیان اور اس سے بچنے کا تاکیدی حکم اس بات کی دلیل ہے کہ شرع میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری قسم کی احادیث تقریباً یکساں مفہوم کی حامل ہیں جنہیں مختلف الفاظ اور تعبیرات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نقل کرتی ہے۔ ان میں خلفائے راشدین، عبادہ بن صامت، ابو سعید خدری، سعد بن ابی وقاص اور فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان میں سے بعض یہاں پیش کی جاتی ہیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الذهب بالذهب و الفضة بالفضة و البر بالبر والشعيربالشعيروالتمربالتمروالملح بالملح مثلابمثل يدابيدفاذااختلفت هذه الاصناف فبيعواكيف شئتم اذاكان يدا بيد"[15]

ترجمہ: سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر برابر اور نقد و نقد تبادلہ جائز ہے۔ سو اگر اصناف مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو بشرطیکہ معاملہ نقد ہو۔

روایت میں مذکور چھ اصناف میں سے یکساں اجناس کا تبادلہ برابر اور نقد ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ مختلف ہونے کی صورت میں نقد کی شرط پر تفاضل کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ روایت ربا البیوع کے باب میں اساس اور اس میں مذکور اصناف کی روشنی میں علتِ ربا کا تعین کیا جاتا ہے جس کی تفصیل آئندہ سطور میں آئے گی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں مختلف الاجناس کے تبادلہ میں نقد و نقد معاملہ کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

"لاتبيعوامنهاغائبابناجز۔"[16]

ترجمہ: ان اصناف میں سے ایک غائب کو نقد کے بدلے نہ بیچو۔

ابو سعید خدری وابو ہریرۃ رضی اللہ عنہم سے متفق علیہ روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ جب خیبر تشریف لائے تو لوگوں کو ایک صاع عمدہ کھجور کا دو صاع ادنیٰ کھجور سے تبادلہ کرتے ہوئے دیکھا جسے آپ ﷺ نے ناپسند اور ناجائز قرار دے کر یہ سبیل بیان فرمائی کہ پہلے ادنیٰ کھجور کے دو صاع قیمتاً فروخت کرو بعد ازاں اس قیمت کے بدلے ایک صاع عمدہ کھجور خرید لو۔[17] یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ ان اصناف میں اوصاف کا فرق قابلِ اعتبار نہیں۔ ادنیٰ، متوسط اور اعلیٰ سب ایک ہی جنس شمار ہوں گے۔ اسی طرح ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"التمر بالتمر و الحنطة بالحنطة و الشعير بالشعير والملح بالملح مثلابمثل يدابيد فمن زاد او استزاد فقداربىٰ الاماختلفت الوانه۔"[18]

ترجمہ: کھجور کے بدلے کھجور، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، نمک کے بدلے نمک برابر برابر اور نقد ہونا چاہیے۔ جو زیادتی کرے یا اس کا طالب ہو تو وہ ربا کا مرتکب ہوا الا یہ کہ اجناس مختلف ہوں۔

ربا الفضل کے بارے میں بیان کردہ روایات سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

* چھ مذکور اصناف کے باہم تبادلہ کے وقت اجناس یکساں ہونے کی صورت میں تبادلہ برابر اور نقد ضروری ہے۔ زیادتی اور ادھار ربا میں شامل اور غیر جائز ہے۔
* اجناس مختلف ہونے کی صورت میں تفاضل کی اجازت ہے ادھار کی نہیں۔
* ان اجناس میں اوصاف کا فرق معتبر نہیں۔ اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ ایک ہی جنس شمار ہوں گے۔

بہر حال کتاب و سنت سے پیش کردہ ان نصوص سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے ربا کے مسئلہ کو نہایت اہمیت دی ہے اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی معاشی و اخلاقی قباحتوں کے روک تھام کی خاطر انتہائی سختی سے اس سے منع فرمایا ہے۔

ربا کی اقسام

ربا کی اوّلاً دو اقسام ہیں:

1. **ربا الدیون:** اس سے مراد اصل سرمایہ پر وہ زیادتی ہے جو دائن مدیون سے ایک معلوم مدت تک قرض دینے کی شرط پر وصول کرتا ہے۔ نیز مقررہ مدت پر عدمِ ادائیگی کی صورت میں شرح سود میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ ربا کی دورِ جاہلیت سے چلی آنے والی قسم ہے اور اہلِ عرب اسی کو ربا شمار کرتے اور سمجھتے تھے۔ اس بنا پر اسے ربا الجاہلیۃ اور قرآن میں موجود ہونے کی بنا پر ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ ربا کی اس قسم کے تین عناصر نمایاں ہیں:
   * قرض دی جانے والی اصل رقم پر زیادتی۔
   * عدمِ ادائیگی کی صورت میں شرحِ سود میں اضافہ۔

* زیادتی کا معاملہ میں مشروط ہونا۔

2. **ربا البیوع:** ربا کی دوسری قسم کا تعلق بیع کے معاملہ میں حاصل ہونے والی زیادتی سے ہے۔ ربا البیوع کا تحقق احادیث میں مذکور چھ اصناف کے تبادلہ میں بالاتفاق ہوتا ہے۔ عقدِ بیع میں عوض سے خالی زیادتی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حسی طور پر اس زیادتی کا وجود ہو گا جیسا کہ دو ہم جنس اشیاء کے تبادلہ میں تفاضل، یا وہ زیادتی حکمی ہو گی جو حسی وجود کے بغیر فریقِ ثانی کے لیے کسی فائدہ کا باعث بن رہی ہو گی۔ جیسا کہ مطلق بیع میں ایک عوض کی ادائیگی نقد اور دوسرے کی ادھار ہو۔ اس بنا پر ربا البیوع کی دو اقسام متصور ہیں:

* **ربا الفضل**
* **ربا النسیئۃ**

ذیل میں ان کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

ربا الفضل

ربا الفضل سے مراد یہ ہے کہ دو ہم جنس اشیاء کی خرید و فروخت ایسے طریقے سے کی جائے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے زائد ہو۔ اس مفہوم کو فقہاء نے مختلف عبارات میں بیان کیا ہے۔ مشہور حنفی فقیہ علاؤالدین السمرقندی ان الفاظ میں اس کی تعریف کرتے ہیں:

"فضل عین المال علی المعیارالشرعی وھوالکیل اوالوزن عنداتحادالجنس۔"[19]

ترجمہ: جنس ایک ہونے کی صورت میں ماپ تول کے معیار کے حساب سے اصل مال پر اضافہ سود کہلاتا ہے۔

تقریباً انہی الفاظ میں ربا الفضل کا مفہوم علاؤالدین الکاسانی نے بھی اپنی کتاب بدائع الصنائع میں بیان کیا ہے۔[20] تعریف میں عین کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ زیادتی کا تحقق مقدار کے لحاظ سے ہو گا نہ کہ اس کی قیمت کے لحاظ سے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام اصناف کے اوصاف برابر شمار ہوں گے اگرچہ ان کی مالیت اور قیمت میں فرق ہو۔ اس تعریف کی روشنی میں درج ذیل امور ربا الفضل کے عناصر معلوم ہوتے ہیں:

* یکساں اجناس کا تبادلہ پایا جائے۔
* اجناس کا تعلق احادیث میں مذکور اشیائے ستّہ یا ان کے ملحقات سے ہو۔
* مقرر کردہ معیار یعنی کیل و قدر مع الجنس میں عوضین میں سے ایک دوسرے سے زائد ہو۔

ربا النسیئۃ

اس کے بارے میں صاحب مغنی المحتاج لکھتے ہیں:

"بیع اصناف مخصوصۃبشرط الاجل فی احدالعوضین۔"[21]

ترجمہ: مخصوص اشیاء کی خرید و فروخت ثمن یا مبیع میں سے کسی کے ادھار ہونے کی شرط پر کرنا بیع النسیئۃ ہے۔

گویا کہ اشیائے ربویہ میں سے مختلف یا متحد اجناس کے تبادلہ میں کسی ایک عوض کی ادائیگی میں تاخیر ربا کی ہی ایک صورت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز فوری طور پر ادا کی جارہی ہے اس کی مالیت اور قیمت مستقبل میں ادا کی جانے والی سے زائد ہے۔ یہ ایسی زیادتی ہے جو بغیر عوض کے حاصل ہو رہی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے پیش کردہ تصورِ ربا میں یہ بھی شامل ہو گی۔ اس قسم کے عناصر درج ذیل ہیں:

* بیع کا معاملہ پایا جائے۔
* اجناس کا تعلق احادیث میں مذکور چھ اشیاء یا ان کے ملحقات سے ہو۔
* عوضین میں سے ایک نقد اور دوسرا ادھار ہو۔

تبادلہ میں ایک مدت تک ادھار کی قدرِ مشترک کی بنا پر بعض اوقات ربا الدیون کو بھی ربا النسیئۃ کہہ دیا جاتا ہے۔ نیز یہ قسم چونکہ احادیث میں بیان ہوئی ہے اس لیے اس کو ربا الحدیث کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ احادیث میں اصنافِ ستّہ میں سے یکساں اجناس کے تبادلے کے لیے دو امور "برابری اور نقد" کو ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ اجناس مختلف ہونے کی صورت میں تفاضل کی گنجائش تو ہے لیکن عوضین کی ادائیگی نقد ضروری ہے۔ ایک جیسی اجناس کے تبادلہ میں تفاضل ربا الفضل اور عوضین میں سے ایک کی ادائیگی نقد اور دوسری کی ادھار ربا النسیئۃ ہے۔

حرمتِ ربا کے حکم کے معلول ہونے میں احناف و ظواہر کا نظریہ

ربا کی دونوں بنیادی اقسام اور ان کے تحت آنے والی تمام اقسام کی حرمت پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ واضح نصوص کی موجودگی، شدید وعید اور استحقاقِ لعنت کی بنا پر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شریعتِ اسلامیہ میں ربا کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اس کا ارتکاب نہ صرف حرام بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلانِ جنگ ہے۔ ربا الدیون کی حرمت پر بھی فقہاء متفق اور اسی طرح احادیث میں مذکور چھ اصناف میں ربا البیوع کی حرمت پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ اس سلسلے میں پہلا اختلاف احناف و ظواہر کے مابین یہ نظر آتا ہے کہ ظواہر ربا کی اس قسم کی حرمت کو انہی چھ اصناف میں منحصر مانتے ہیں۔ گویا وہ یہ حکم غیر معلول یعنی کسی علت کی بنیاد پر دیگر اشیاء میں ربا کے تحقق کے قائل نہیں۔ ابن حزم لکھتے ہیں:

"الربالایجوزفی البیع والسلم الافی ستۃاشیاءفقط فی التمروالقمح والشعیروالملح والذھب والفضۃ وھوفی القرض فی کل شئ فلایحل اقراض شئی لیردالیک اقل ولااکثر۔"[22]

ترجمہ: بیع اور سلم میں ربا کا تحقق صرف چھ اشیاء میں ہے کھجور اور گندم اور جو اور نمک اور سونا اور چاندی میں۔ قرض کی صورت میں ہر چیز میں پایا جاتا ہے سو کسی چیز کو قرض دینا کہ وہ تجھے کم یا زیادہ لوٹائے حلال نہیں۔

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا البیوع محض چھ اصناف میں پایا جاتا ہے جو حدیث میں مذکور ہیں جبکہ ربا القرض ہر چیز میں پایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ کوئی بھی چیز بطور قرض دے کر کم یا زیادہ وصول کرنا جائز نہ ہو گا۔ ابنِ حزم کا مستدل وہ تمام روایات ہیں جن میں چھ اشیاء میں ربا کے تحقق کا ذکر ہے۔ ابن حزم کے مطابق آپ ﷺ کتاب اللہ کے شارح اور احکامِ الٰہیہ کی تفصیل کے پابند ہیں۔ اگر ان اشیاء کے علاوہ میں ربا کا تحقق حکمِ الٰہی ہوتا تو شارح ہونے کے ناطے آپ ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے۔ آپ ﷺ کا بیان نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بیوع میں ربا انہی چھ اشیاء تک محدود ہے۔ باقی ربا القرض کا تعلق چونکہ کسی قسم کی اشیاء کے ساتھ نہیں جوڑا گیا اس لیے قرض کی صورت میں تمام اشیاء میں ربا کا تحقق اور کم و بیش ادائیگی حرام ہو گی۔[23]

احناف کے نزدیک ربا البیوع ان چھ اصناف تک منحصر نہیں بلکہ مشترک علت کے پائے جانے سے اس کا احاطہ وسیع تر ہو جاتا ہے۔ گویا ان اشیاء کا ذکر انہی تک ربا کو منحصر رکھنے کی خاطر نہیں بلکہ ان میں پائی جانے والی علت پر حکم کی بنیاد اور ان کا ذکر بطور مثال ہے۔ علتِ ربا کے تعین میں بنیاد عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وہ مشہور روایت ہے جو صحیح مسلم کے حوالہ سے ما قبل میں بیان کی گئی۔ حدیث میں جن چھ اشیاء کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک۔ ان اشیاء کا اگر جائزہ لیا جائے تو مختلف جہات سے ان میں مختلف صفات پائی جاتی ہیں۔ سونا اور چاندی کا شمار اثمان میں ہوتا ہے جبکہ بقیہ چار کا تعلق اشیائے خورد و نوش سے ہے۔ بعض کی مقدار معلوم کرنے کا معیار کیل یعنی ماپ ہے تو بعض کا وزن۔ اسی طرح بعض قابلِ ذخیرہ ہیں تو بعض نہیں۔ ان مختلف صفات کی بنا پر فقہاء نے اپنے مزاج اور علم کے مطابق ربا کی مختلف علتیں ذکر کی ہیں۔ احناف کے نزدیک علتِ ربا یا وہ ضابطہ جس کے ذریعے اموالِ ربویہ کا تعین کیا جائے دو چیزیں ہیں:

* **قدر یعنی ماپ اور وزن۔**
* **عوضین کا ہم جنس ہونا۔**

ان دونوں کو قدر مع الجنس کے الفاظ سے ذکر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب الہدایہ لکھتے ہیں:

"فالعلة عندناالكيل مع الجنس او الوزن مع الجنس ويقال القدرمع الجنس وهو اشمل"[24]

ترجمہ: سو علت ہمارے نزدیک جنس کے ساتھ ماپ یا وزن کا ہونا ہے اور اسے قدر مع الجنس بھی کہا جاتا ہے جو دونوں کو شامل ہے۔

احناف کے نزدیک ربا الفضل کی ممانعت ان دو علتوں پر منحصر ہے۔ اگر دونوں علتیں پائی جائیں یعنی عوضین کے مکیلی یا موزونی ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں کی جنس بھی ایک ہو تو تفاضل اور ادھار دونوں ناجائز ہوں گے۔ اگر دونوں علتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے یعنی عوضین ہم جنس تو ہوں لیکن ان کا تعلق مکیلات یا موزونات سے نہ ہو بایں طور کہ وہ گن کر بیچی جانے والی

چیز ہو جیسا کہ انڈے وغیرہ یا عوضین مکیلات وموزونات میں سے ہوتے ہوئے مختلف الاجناس ہوں تو تفاضل جائز ہو گا لیکن ادھار نہیں۔ جہاں دونوں علتیں نہ پائی جائیں بایں طور دوایسی مختلف اشیاء کا تبادلہ کیا جارہا ہو جو عدد یات کے قبیل سے ہوں جیسا کہ جانور یا انڈے وغیرہ تو ان میں تفاضل اور ادھار دونوں جائز ہوں گے۔[25]

اس سلسلے میں احناف کی دلیل ہے کہ حدیث کی رو سے مذکورہ اشیاء کی بیع صحیح ہونے کے لیے عوضین میں برابری اور تماثل لازم ہے۔ برابری ظاہری ومعنوی دونوں طرح کی مماثلت پائے جانے کا نام ہے۔ سو قدر یعنی کیل اور وزن ظاہری برابری کا معیار ہے اور ہم جنس ہونا معنوی برابری کی علامت۔ گویا کہ قدر مع الجنس صورۃً ومعنیً مماثلت کی نشانی ہے جو ہر لحاظ سے برابری متصور ہو گی اور کمی بیشی ربا قرار پائے گی۔[26] قدر یعنی کیل ووزن کو برابری کے لیے معیار قرار دینے کا اشارہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

"وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ"[27]

ترجمہ: اے قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو انکی چیزیں کم نہ دو اور زمین پر فساد نہ مچاؤ۔

آیت میں انصاف کا معیار کیل اور وزن کا ٹھیک ٹھیک پورا کرنا قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ماقبل میں بیان کردہ جنیبِ خیبر کے تبادلہ کی روایت کے مطابق بھی آپ ﷺ نے ربا سے خلاصی کا ذریعہ وزن کو قرار دیا بایں طور کہ پہلے عمدہ کھجور تول کر بیچی جائے پھر اس کی قیمت میں ادنیٰ کھجور تول کر خرید لی جائے۔[28] باقی مکیلات وموزونات میں سے مطعومات کے ذکر کا جہاں تک تعلق ہے تو شدتِ احتیاج کی بنا پر بطور نمونہ انہیں ذکر کیا گیا ہے نہ کہ ربا کو مطعومات میں منحصر کرنے کی غرض سے۔ لہٰذا اصل یہی ہے کہ مکیلات وموزونات چاہے مطعومات میں سے ہو یا غیر مطعومات میں سے متحد الاجناس کا تبادلہ برابر اور نقد ضروری ہے۔ ایک علت کی صورت میں تفاضل کی گنجائش جبکہ دونوں نہ پائے جانے کی صورت میں کمی بیشی اور ادھار دونوں جائز ہوں گے۔

اموالِ ربویہ میں اوصاف کا ناقابلِ اعتبار ہونا: احناف وظواہر کا نقطہ نظر

ربا کو ان چھ اصناف تک محدود رکھا جائے یا غیر محدود، اوصاف کا فرق قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ کسی ایک جنس کے اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ تمام اوصاف برابر شمار ہوں گے اور ان میں فرق کی بنا پر کمی بیشی جائز نہ ہو گی۔ اس کی دلیل جنیبِ خیبر کی روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے کھجور کی تمام اقسام کو ایک جنس شمار کیا۔ اس حوالے سے احناف وظواہر متفق ہیں۔ الہدایہ میں ہے:

"ولايجوزبيع الجيدبالردى ممافيه الربا الامثلابمثل لاهدارالتفاوت فى الوصف"[29]

ترجمہ: اوصاف غیر معتبر ہونے کی بنا پر عمدہ اموالِ ربویہ کو بعوض ردی بیچنا جائز نہیں مگر برابر۔

اسی طرح ابنِ حزم المحلیٰ میں گندم کے تمام اصناف اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ کو ایک صنف قرار دیتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام اصناف کو ایک شمار کرتے ہوئے معاملہ کیا جائے گا۔[30] گویا اموالِ ربویہ کی تعیین میں اختلاف کے باوجود تمام اوصاف کو ایک جنس شمار کرنے پر دونوں مکاتبِ فکر متفق ہیں۔

مسلم وغیر مسلم افراد کا حکمِ ربا میں برابر ہونا

ربا کے حوالے سے احناف وظواہر کے مابین ایک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ حرمتِ ربا کا حکم صرف اہلِ اسلام کے ساتھ خاص ہے یا غیر مسلم افراد بھی اس حکم میں شامل ہیں؟ اسی طرح ربا کا دائرہ کار دارالاسلام تک محدود ہے یا دارالحرب میں بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے؟ عصرِ حاضر میں اس مسئلے کی متعدد صورتیں ممکن ہیں جنہیں نمبر وار ذکر کیا جاتا ہے:

* دارالاسلام کے مسلم وغیر مسلم شہری کا ربوی معاملہ کرنا۔
* دارالاسلام میں دو غیر مسلم شہریوں کا ربوی معاملہ کرنا۔
* دارالحرب میں مسلم وحربی کا ربوی معاملہ کرنا۔
* دارالحرب میں حربیوں کا ربوی معاملہ کرنا۔

جہاں تک آخری صورت کا تعلق ہے تو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ اہلِ اسلام کو نہ تو دارالحرب پر ولایت حاصل ہے اور نہ وہاں کے غیر مسلم شہری اسلامی احکام کے پابند۔ بقیہ تمام صورتوں کے بارے میں ابنِ حزم کا موقف ہے کہ تمام افراد کے لیے ربوی لین دین حرام ہے۔ جس طرح اہلِ اسلام کے لیے اس کی گنجائش نہیں اسی طرح اہلِ کفر چاہے وہ کسی مسلم سے ربا کا معاملہ کریں یا آپس میں انہیں اس کی اجازت نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> "والربا فی کل ماذکرنا بین العبد و سیده کما هو بین الاجنبیین وبین المسلم والذمی و بین المسلم و الحربی و بین الذمیین کماهو بین المسلمین ولافرق۔"[31]
>
> ترجمہ: ان تمام چیزوں میں جو ہم نے ذکر کیں ربا متحقق ہو گا غلام اور اس کے سردار کے مابین جیسا کہ دو اجنبی افراد کے مابین ہوتا ہے، مسلم وذمی کے مابین، مسلم وحربی کے مابین، دو ذمی افراد کے مابین جیسا کہ مسلمانوں کے مابین ہوتا ہے بلا تفریق۔

عبارت سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست کے تمام شہری حکمِ ربا میں شامل ہیں اسی طرح کوئی مسلمان اگر دارالحرب جا کر کسی حربی سے ربوی معاملہ کرے تو اس کی بھی گنجائش نہیں۔ احناف دارالاسلام کے تمام مسلم وغیر مسلم شہریوں کو اس حکم میں شامل سمجھتے ہیں البتہ مسلم وحربی کے مابین ربا کے قائل نہیں۔[32] اس کی دلیل میں ایک اثر پیش کرتے ہیں جس میں دارالحرب میں مسلم وحربی کے مابین ربا کی نفی کی گئی ہے۔ الہدایہ میں یہ اثر موجود ہے کہ "لاربابین المسلم والحربی فی دارالحرب"۔ شارح ہدایہ عبدالحی لکھنوی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔[33] دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اہلِ حرب کا مال اہلِ اسلام کے لیے مباح ہے سوا اسے جس طریق سے بھی حاصل کیا جائے اس کی اجازت ہے۔ احناف میں سے امام ابو یوسف اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کرتے ہوئے دارالحرب میں بھی مسلمان کو ربا کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ دارالحرب میں

مسلمان کو اسلامی ریاست میں آنے والے مستامن پر قیاس کرتے ہیں۔ جس طرح دارالاسلام میں مسلم و حربی کے مابین ربا جائز نہیں اسی طرح دارالحرب میں بھی دونوں کے مابین ربا جائز نہیں۔ احناف میں سے صاحب الہدایہ کا رجحان امام ابو حنیفہ کی رائے کی جانب ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ان کا موقف اور دلیل آخر میں پیش کرتے ہیں اور امام ابو یوسف کے قیاس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مستامن کو دی جانے والی امان اس کی جان اور مال کو شامل ہے جبکہ حربی کو کوئی امان حاصل نہیں۔[34]

مذکورہ مسئلہ میں فریقین کی آراء کا تجزیہ

دارالاسلام میں تمام افراد کو ربا کی اجازت نہ ہونا سدِ ذرائع کے قبیل سے ہے تاکہ غیر مسلم افراد کے واسطہ سے اہلِ اسلام اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اسلامی حکومت اپنے باشندوں پر ایسی پابندی عائد کر سکتی ہے۔ سیرتِ طیبہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسوہ سے اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اہلِ ذمہ کے ساتھ بہت سے معاہدات کیے جن میں مختلف علاقوں کے یہودی، عیسائی اور مشرکین شامل تھے۔ ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مذہب پر باقی رہتے ہوئے اسلامی ریاست میں آزادانہ زندگی گزاریں حتی کہ شراب نوشی تک کی اجازت انہیں حاصل تھی لیکن اس سب کے باوجود انہیں سود خوری کی اجازت نہیں دی گئی۔ آپ ﷺ کے نصاریٰ نجران سے کیے جانے والے معاہدے میں اس بات کی صراحت تھی کہ سودی کاروبار کی صورت میں معاہدہ کالعدم ہو گا۔ اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے متعدد معاہدات کتب میں منقول ہیں۔ انہیں ہر طرح کی مذہبی آزادیاں حاصل ہونے کے باوجود معاہدوں کی دستاویزات میں یہ بات نظر آتی ہے کہ اگر تم لوگوں نے سودی کاروبار کیا تو معاہدہ ختم ہو گا۔[35] اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سود کو کس قدر بڑا جرم سمجھتے تھے کہ ایک فرد کی سود خوری کی پاداش میں پوری قوم سے کیے گئے معاہدے کو کالعدم قرار دینے میں ذرا بھی تامل نہ کیا گیا۔ دارالحرب کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو امام ابو حنیفہ و صاحب الہدایہ کی جانب سے پیش کیا جانے والا اثر کہ "مسلم و حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں" ثابت نہ ہونے کی بنا پر حجت نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ شارح الہدایہ عبدالحی لکھنوی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں اگر محض اس بنا پر مسلم کو ربا کی اجازت دے دی جائے کہ اہلِ حرب کا مال مباح ہے جسے کسی بھی طریقہ سے اخذ کیا جاسکتا ہے تو اس میں دیگر کئی خطرات اور محظورات کے ارتکاب کا اندیشہ ہے۔ مسلم کے دل میں ربا کی شناعت اور حرمت کا احساس کم ہونے کے ساتھ ساتھ حربیوں کے مال کو چوری یا دھوکہ دہی سے ہتھیانے کی راہ نکل سکتی ہے۔ یہ امور موجودہ دور میں نہ صرف ویزا کے حصول کی شرائط کے خلاف بلکہ خود مسلم فرد کے لیے بھی دیارِ غیر میں مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لیے معاصر صورتحال میں دارالحرب میں اہلِ اسلام کو بھی ربا کی اجازت نہ ہونے کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

بیع صرف: مفہوم اور حقیقت

احادیث میں بیان کردہ چھ اصناف جمیع فقہاء کے نزدیک متفقہ طور پر اموالِ ربویہ ہیں۔ اسی طرح ان چھ میں سے سونا اور چاندی کے ثمن اور دیگر اجناس کے حصول کے لیے آلہ تبادلہ ہونے پر بھی فقہاء کا اتفاق ہے۔ یہ دونوں ثمنِ خلقی اور ان کا باہم تبادلہ

فقہ البیوع میں بیع صرف کہلاتا ہے۔ موجودہ دور میں کرنسی کی مختلف اشکال کی بدولت ان پر گفتگو اہمیت کی حامل ہے اس لیے آئندہ سطور میں بیع صرف اور اس سے متعلق احکام پیش کیے جاتے ہیں۔

لغت میں صرف مختلف معانی میں آتا ہے جن میں پھیرنا، زائد چیز، وزن یا خرچ کرنا شامل ہیں۔[36] جبکہ اصطلاحاً یہ اثمان کی بیع اور تبادلے سے عبارت ہے۔ صاحب الہدایہ بیع صرف کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"الصرف هوالبيع اذاكان كل واحد من عوضيه من جنس الاثمان۔"[37]

ترجمہ: صرف وہ بیع ہے جس میں عوضین میں سے ہر ایک اثمان کی جنس سے ہو۔

سونا چاندی چونکہ ثمن ہیں اس لیے ان میں سے یکساں یا مختلف جنس کا باہم تبادلہ بیع صرف کہلائے گا۔ بیع کی مشروعیت کے عمومی دلائل اور ربا البیوع کے ضمن میں بیان کردہ روایات سے اس بیع کی فی نفسہ اجازت معلوم ہوتی ہے تاہم یہ اجازت چند امور سے مشروط ہے جنہیں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

بیع صرف کے صحیح ہونے کی شرائط

روایات میں اثمان سمیت چھ اصناف کی بیع کے بارے میں دو امور بیان کیے گئے ہیں۔ اجناس یکساں ہونے کی صورت میں برابری اور تقابض فی المجلس جبکہ مختلف ہونے کی صورت میں محض تقابض ضروری اور تفاضل کی گنجائش ہے۔ ان امور کی روشنی میں فقہاء نے بیع صرف کے جائز ہونے کی جو شرطیں متعین کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

* **مساوات:** عوضین ہم جنس مثلاً سونے کے عوض سونا ہونے کی صورت میں مساوات ضروری ہے جس کا معیار بالاتفاق وزن ہے۔ ہاں اگر عوضین مختلف ہوں بایں طور کہ سونے کے عوض چاندی ہو تو پھر مساوات شرط نہیں۔
* **تقابض:** مجلس میں عوضین پر قبضہ کرنا بیع صرف کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے۔ یہ وہ اصولی شرط ہے جس کا تحقق ہر حال میں ضروری ہے عوضین یکساں ہوں یا مختلف۔
* **خیارِ شرط کا نہ ہونا:** بیع صرف میں خیارِ شرط لگانے سے عقدِ صرف باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ملکیت سے مانع ہے۔ یہ امر بیع صرف میں قبضے کی شرط کے منافی ہے کیونکہ قبضہ مفید للملک ہوتا ہے اور خیارِ شرط اس سے مانع۔
* **معیاد کی شرط نہ ہونا:** عقدِ صرف میں معیاد کی شرط لگانا اس کے بطلان کا سبب ہے کیونکہ اس کی وجہ سے مجلس میں قبضہ کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ ہر وہ امر جو قبضہ کے لیے مخل ہو بیع صرف کی صحت سے مانع ہو گا۔

اصولاً بیع صرف کی ایک ہی بنیادی شرط ہے اور وہ یہ کہ مجلس میں عوضین پر قبضہ کر لیا جائے۔ دیگر اس شرط کے لیے تتمہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ باقی مساوات یکساں اجناس کے تبادلے سے مشروط ہے بصورتِ دیگر نہیں۔ اس اصول پر احناف و ظواہر متفق نظر آتے ہیں۔ صاحب الہدایہ لکھتے ہیں:

"ولابدمن قبض العوضين قبل الافتراق۔"[38]

ترجمہ: جدا ہونے سے قبل عوضین پر قبضہ ضروری ہے۔

ابنِ حزم نے بھی "المحلیٰ" میں مسئلہ نمبر 1485 کے تحت تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے انہی دوامور کو واضح کیا ہے۔[39] بہر حال یکساں اجناس کے تبادلے میں مساوات اور عوضین پر مجلس میں قبضہ ہر صورت میں لازم ہے۔

بیع صرف کی ممکنہ اور معاصر صورتیں

تجارتی و صنعتی انقلاب نے جہاں اور کئی اقسام کی تبدیلیاں پیدا کی ہیں وہیں اس کے نتیجے میں بیع صرف کی بہت سی نئی اقسام وجود میں آئی ہیں۔ فقہاء نے بیع صرف کی تعریف میں ثمن کا ثمن سے تبادلہ کا ذکر کیا جو ثمن خلقی و عرفی دونوں کو شامل ہے۔ کرنسیوں کی موجودہ صورتحال میں اس حوالے سے درج ذیل مسائل اہم ہیں:

* ہم جنس نقود کے مابین بیع صرف۔
* دو مختلف نقود کے مابین بیع صرف۔
* کرنسی کی شرعی حیثیت اور اس میں بیع صرف کا جاری ہونا۔

آئندہ سطور میں ان مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ہم جنس نقود کے مابین بیع صرف

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض بیع میں مذکورہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اس حکم میں ڈھلے اور ان ڈھلے سوناو چاندی سب شامل ہیں۔ لہذا نہ تو اوصاف کا فرق معتبر ہو گا اور نہ ہی کاریگری اور ڈھلائی کی بنا پر تفاضل کی گنجائش۔ بہر صورت مساوات ضروری اور کسی بھی قسم کی زیادتی ربا میں شامل ہو گی۔ الہدایہ کی عبارت کا حاصل ہے کہ برابری کے تحقق کے لیے قبضہ ضروری ہے جس کی ایک وجہ کسی ایک عوض کو دوسرے پر فوقیت نہ ہونا ہے۔ چنانچہ ڈھلے یا ان ڈھلے سوناچاندی تقابض کے اس حکم میں برابر ہوں گے۔[40] ایک اور مقام پر صاحب الہدایہ رقمطراز ہیں:

"فان باع فضةبفضةاوذهبابذهب لايجوزالامثلاًبمثل وان اختلفت فی الجودة والصياغة"[41]

ترجمہ: اگر چاندی کو چاندی کے عوض اور سونے کو سونے کے عوض بیچا جائے تو برابری ضروری ہے اگرچہ عمدگی اور بناوٹ میں فرق ہو۔

مذکورہ عبارت کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یکساں اثمان کے تبادلہ کے لیے مساوات ضروری ہے۔ اوصاف اور بناوٹ کا فرق ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس مسئلہ میں دلیل وہ روایت ہے جو خیبر کی کھجوروں کے متعلق ماقبل میں بیان کی گئی۔ نیز ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"لاتبيعواالذهب بالذهب الامثلابمثل ولاتشفوابعضهاعلى بعض ولاتبيعواالورق بالورق الامثلابمثل ولاتشفوابعضهاعلى بعض۔"[42]

ترجمہ: سونے کو سونے کے عوض صرف برابری کے ساتھ بیچو اور اس میں کمی زیادتی نہ کرو اور چاندی کو بھی چاندی کے عوض برابری سے بیچو اور اس میں کمی زیادتی نہ کرو۔

ان دلائل کی بنا پر فقہاء کی متفقہ رائے ہے کہ یکساں اثمان کا تبادلہ برابری اور نقد کی شرط پر جائز ہے۔ اوصاف وبناوٹ کی بنا پر بھی کسی قسم کی کمی بیشی ربا کے زمرے میں شامل اور ناجائز ہو گی۔

دو مختلف نقود کے مابین بیع صرف

نقدین میں سے کسی ایک کو دوسری مخالف جنس کے عوض فروخت کرنے کا ایک ہی اصول ہے اور وہ یہ کہ مجلس میں عوضین پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ امر بھی جمیع فقہاء بشمول احناف وظواہر کے مابین متفق علیہ ہے۔ ابنِ حزم لکھتے ہیں:

"وجائزبیع الذهب بالفضةسواءفی ذلک الدنانیربالدراهم اوبالحلی اوبالنقار ۔ ۔ ۔ متفاضلین ومتماثلین۔"[43]

ترجمہ: سونے کی چاندے کے عوض بیع جائز ہے برابر ہے چاہے دینار دراہم کے بدلے ہوں یا زیورات کے بدلے یا ڈلی کے بدلے۔۔۔ کمی بیشی اور برابری کے ساتھ۔

اسی طرح الہدایہ میں مذکورہ صورت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

"وان باع الذهب بالفضةجازالتفاضل لعدم المجانسةووجب التقابض لقوله عليه السلام الذهب بالفضة ربا الاهاء وهاء۔"[44]

ترجمہ: سونے کو چاندی کے عوض بیچا جائے تو تفاضل جائز ہے مجانست نہ ہونے کی بنا پر۔ قبضہ ضروری ہو گا آپ ﷺ کے اس فرمان کی بنا پر کہ سونے کی چاندی کے عوض بیع ربا ہے مگر نقد ونقد۔

دونوں فقہاء کی بیان کردہ عبارات سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اثمان کی اجناس مختلف ہونے کی صورت میں تفاضل تو جائز ہے البتہ مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے جس کا عدم ربا کی ایک شکل اور ازروئے حدیث منع ہے۔ البتہ تقابض کے سلسلے میں احناف وظواہر کے مابین ایک اختلاف سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ظواہر قبضہ میں ادنیٰ تاخیر کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک فوری طور پر قبضہ ضروری ہے اگرچہ مجلس کچھ دیر باقی رہے اس بات کا اشارہ المحلی کی عبارت میں "ولایجوزالتاخیرفی ذلک طرفةعین"[45] سے ملتا ہے کہ پلک جھپکنے کے بقدر بھی تاخیر جائز نہیں۔ جبکہ احناف ودیگر فقہاء مجلس کے اندر اندر قبضہ ضروری قرار دیتے ہیں چاہے مجلس کچھ دیر تک باقی رہے۔ ثمرہ اختلاف مجلس طویل ہونے کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ ایجاب وقبول کے بعد فوری طور پر قبضہ نہ کرنا ظواہر کے نزدیک مانعِ عقد ہو گا اگرچہ مجلس برقرار رہے جبکہ احناف کے نزدیک مجلس کے اندر قبضہ سے بیع صحیح ہو گی چاہے ایجاب وقبول کو کسی قدر تاخیر ہو جائے۔

کرنسی نوٹوں میں بیع صرف کا اطلاق: احناف وظواہر کا نقطہ نظر

بیع صرف کے حوالے سے ایک اہم مسئلہ کرنسی نوٹ سے متعلق ہے۔ یہ خلقی اور فطری اعتبار سے تو ثمن نہیں البتہ معاشرے میں ان کا تعامل بطور ثمن رائج ہے۔ کرنسی نوٹ کے شرعی احکام جاننے کے لیے ثمنِ خلقی یعنی سونا اور چاندی

کے تناظر میں جائزہ لیناضروری ہے تاکہ ان کی حیثیت متعین کرکے احکام متعین کیے جائیں۔ کرنسی نوٹ کی تاریخ اوراوّلین ظہور پر کلام طوالت کا باعث ہے تاہم اس قدر جاننا اہم ہے کہ موجودہ حالت میں ظہور پذیر ہونے اورآلہ تبادلہ کے طور پر متعین ہونے سے قبل یہ رقم کالین دین کرنے والے حضرات اورصرافوں کے ہاتھوں مختلف مراحل سے گذرے ہیں۔ بعداز ظہور قیمتوں کے ضبط اورعوام کاان پر اعتماد بحال رکھنے کے لیے حکومتوں کی مداخلت اور ضمانت کے نتیجے میں لوگ انہیں ثمن شمار کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ انہیں ثمنِ اعتباری یا عرفی کہاجاتاہے۔ جہاں تک انہیں سونے چاندی کامتبادل اور قائم مقام قرار دینے کاتعلق ہے تواس حوالے سے معاصر ماہرین کی آراء مختلف ہیں ۔اکثریت کارجحان ان کے اثمانِ خلقیہ یعنی سوناچاندی کے قائم مقام ہونے کی جانب ہے۔ ان کے نزدیک عہدِ حاضر میں کرنسی نوٹوں کی وہی حیثیت ہے جوعہدِ قدیم میں دراہم ودنانیر کی تھی اوراجمالاًان پروہی احکام جاری ہوں گے جودراہم ودنانیر پر جاری ہوتے تھےیعنی حدِنصاب کو پہنچنے پروجوبِ زکوٰۃ،رباوغیرہ۔ متداول کرنسی نوٹ محض کاغذکاایک ٹکڑانہیں بلکہ اس کی قیمت کی نمائندگی کرتاہے۔ اس کے ذریعے لوگ معاملات کرتے اور بطور ثمن واجرت قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ متداول کرنسی خواہ کاغذکی بنی ہویاکسی اوردھات کی اس کابطور نقدتبادلہ اس بات پر منتج ہوتاہے کہ ان پر نقود کے احکام جاری ہوں۔ اس بات کااشارہ فقہاء کی کتب سے بھی ملتاہے۔ ابن حجر الہیثمی کے فتاویٰ میں مذکورہے کہ اگرفلوس کونقودجیسارواج حاصل ہوجائےتوان پر بھی نقودوالے احکام جاری ہوں گے۔[46] فقہ اکیڈمی جدہ نے بھی 1986 عیسوی میں عمان میں منعقدہ اپنے تیسرے اجلاس کی قراردادنمبر9میں صراحتاًاس بات کی وضاحت کی ہے کہ کرنسی نوٹ زرِاعتباری ہیں جن میں مکمل ثمنیت پائی جاتی ہے۔ سود، زکوٰۃ، سلم اوردیگر تمام احکام کے اعتبار سے ان کاوہی حکم ہے جوسونے اورچاندی کاہے۔[47]

جمہورکے اس موقف کی بنیادنقودمیں پائے جانے والے اوصاف پرہے۔ ماہرینِ معاشیات کے نزدیک نقودمیں تین صفات کاپایاجاناضروری ہے:

* قیمت کے لیے معیار۔
* آلہ تبادلہ۔
* قابلِ ذخیرہ مال ہونا۔

امام غزالی نے ان اوصاف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جوکلام کیاہے اس کاحاصل یہ ہے کہ "زمانہ قدیم میں مختلف اجناس کاباہمی تبادلہ ہواکرتاتھالیکن چونکہ ان اشیاءکے مابین تناسب قائم نہ تھااس لیے ایسے مناسب معیار کی ضرورت محسوس کی گئی جو دو اشیاءکے مابین واسطہ بن کرمساوات قائم کرے۔ یہ برابری مختلف اموال کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ پھرچونکہ انسانی ضروریات ہمیشہ برقرار اور متنوع رہتی ہیں اس لیے کسی پائیدارمال کی ضرورت پیش آئی اورچونکہ سب سے پائیدارامواں معدنیات ہیں اس لیے سونے اورچاندی کونقدی قراردیاگیا۔"[48]

مذکورہ تینوں اوصاف کا اشارہ اس گفتگو سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ معاصر ماہرِ معیشت ڈاکٹر علی احمد السالوس نے بھی کرنسی کی جدید اشکال پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ماہرین معاشیات کے نزدیک نقود سے مراد ہر ایسی چیز ہوتی ہے جو اشیاء اور خدمات کے تبادلہ میں واسطہ کے طور پر مستعمل ہو نیز لوگوں میں اسے قبولیتِ عامہ حاصل ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ کس شکل وصورت میں ہے۔ چنانچہ نقود کبھی دھاتی شکل میں ہوتے ہیں مثلاً دراہم ودنانیر جنہیں طویل عرصہ قبل انسان نے دریافت کرلیا تھا اور آج بھی محدود پیمانے پر مستعمل ہیں اور کبھی کاغذی شکل میں ہوتے ہیں اور کبھی زرِ اعتباری کی شکل میں جنہیں مرکزی بینک جاری کرتے ہیں۔ جدید معاملات میں اکثر نقود اسی آخری شکل کے قبیل سے ہیں۔[49] یہ اوصاف جب کسی چیز میں پائے جائیں گے اس پر نقدین کے احکام جاری ہوں گے۔

اس پیرائے میں ہم جب رائج کرنسی اوراق کو دیکھتے ہیں تو ان میں تینوں اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ آلہ تبادلہ، قیمتوں کا معیار ہونا تو بالکل عیاں ہے اور جہاں تک قابلِ ذخیرہ ہونے کا تعلق ہے تو بینک کے اکاؤنٹ میں لوگوں کا انہیں محفوظ کرنا ذخیرہ ہی کی ایک صورت ہے۔ اس کے علاوہ عوام الناس کا ان کی نقدیت پر تعامل بھی یہی واضح کرتا ہے کہ ان کے ساتھ نقدین والا معاملہ کیا جائے۔ احناف میں سے علامہ کاسانی نے اپنی کتاب بدائع الصنائع میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔[50] اس لیے راجح یہی ہے کہ کرنسی نوٹ سونا اور چاندی کے قائم مقام تصور کیے جائیں اور ان پر وہ تمام احکام جاری ہوں جو اثمان پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ:

* ایک ملک کے کرنسی نوٹ ایک جنس شمار ہوں گے۔ ان کے باہمی تبادلہ کے لیے مساوات اور مجلس میں قبضہ ضروری ہوگا۔ اوصاف اور بناوٹ کا فرق معتبر نہ ہوگا۔ چنانچہ نئے اور پرانے نوٹ نیز چھوٹی وبڑی مالیت کے نوٹ جبکہ مقدار میں برابر ہوں مساوی تصور ہوں گے۔
* مختلف ممالک کے کرنسی نوٹ مختلف اجناس شمار ہوں گے۔ ان کے تبادلہ کے وقت کمی بیشی تو جائز ہوگی تاہم مجلس میں قبضہ ضروری ہوگا۔ موجودہ دور میں کرنسی چینجرز کے کاروبار میں یہی صورت مستعمل ہے۔
* حدِ نصاب کو پہنچنے پر زکوۃ واجب ہوگی۔ ثمن، اجرت کے حوالے سے بھی انہیں نقد ہی تسلیم کیا جائے گا۔

عصرِ حاضر میں ربا اور بیع صرف کی چند جدید صورتیں

بینکوں میں رکھوائی جانے والی رقوم کو جو بھی نام دیا جائے شرعاً وہ قرض ہے جو صارفین بینک کو فراہم کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ اس رقم کا ہر حال میں حتی کہ بینک کی تعدی کے بغیر ہلاک ہونے کی صورت میں بھی مضمون ہونا ہے۔ نیز بینک کا اس رقم میں حقِ تصرف بھی اسے قرض کی حقیقت میں شامل کرتا ہے۔ اس حقیقت کے ادراک کے بعد یہ جاننا مناسب ہے کہ عوام الناس اپنی رقوم اور بچتیں روایتی بینکوں کے جن کھاتوں (Accounts) میں رکھواتے ہیں ان کی تین بنیادی اقسام ہیں:

* **کرنٹ اکاؤنٹ (Current Account)**
* **سیونگ اکاؤنٹ (Saving Account)**
* **فکسڈ ڈیپازٹ (Fixed Deposit)**

ان تین اقسام میں سے آخری دو میں صارفین کو بینک کی جانب سے اصل رقم پر نفع فراہم کیا جاتا ہے جو در حقیقت قرض پر اضافہ کی ایک صورت ہے۔ یہ اضافی رقم صارفین کو قرض کے بدلے میں وصول ہو رہی ہے اگر وہ اپنی رقوم ان کھاتوں میں نہ رکھواتے تو بینک انہیں اضافی رقم فراہم نہ کرتا۔ چنانچہ "کل قرض جرمنفعة فهو ربا" کے اصول کی رو سے یہ اضافی رقم ربا اور اس کا حصول حرام ہو گا۔

اسی طرح موجودہ دور میں تقریباً تمام موبائل فون کمپنیاں صارفین کو موبائل اکاؤنٹ کی سہولت مہیا کرتی ہیں۔ بینک میں رقم رکھوانے کی مانند صارفین ان اکاؤنٹس میں رقوم رکھواتے ہیں جسے وہ کسی اور کو بھیج سکتے ہیں یا بوقتِ ضرورت نکلوا کر اپنے مقصد میں استعمال کر سکتے ہیں۔ موبائل اکاؤنٹ میں رکھی جانے والی رقم بھی قرض کے زمرے میں آتی ہے جو صارف موبائل کمپنی کو دیتا ہے جس کی وجہ اس کا ہر حال میں مضمون اور قابلِ واپسی ہونا ہے۔ اس قرض کے بدلے مشروط نفع چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو ربا میں شامل ہو گا۔ ان اکاؤنٹس میں کم از کم رقم کی کوئی حد متعین نہیں ہوتی البتہ کمپنی صارفین کو ایک مخصوص مقدار مثلاً ایک ہزار روپے اکاؤنٹ میں رکھنے پر روزانہ کچھ مفت منٹس اور انٹرنیٹ کی سہولت دیتی ہے جو کہ اتنی مقدار میں رقم رکھنے سے مشروط ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رقم کم ہونے پر یہ مفت منٹس نہیں ملتے۔ یہ منٹس قرض پر نفع کی ایک جدید شکل ہیں جو سابقہ اصول کی بنا پر ربا میں شامل اور ان سے استفادہ غیر جائز ہے۔ البتہ درج ذیل امور کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی گنجائش نکل سکتی ہے:

* کمپنی کی طرف سے یہ منٹس مشروط نہ ہوں۔ وہ جب چاہے اور جسے چاہے یہ سہولت مہیا کرے۔ اس صورت میں کمپنی کی طرف سے ہدیہ کا معاملہ ہو گا جو جائز ہو گا۔
* کمپنی یہ منٹس عمومی قیمت سے کم پر صارفین کو مہیا کرے۔ مثال کے طور پر اگر ایک منٹ کی قیمت دو روپے ہے تو کمپنی موبائل اکاؤنٹ کھلوانے والے صارفین کو یہ منٹ ایک روپے یا پچاس پیسے میں دے۔ اس طرح عوض میں رقم آنے کی بنا پر یہ بیع کا یا سہولت مہیا کرنے کی اجرت لینے کا معاملہ ہو گا اور دونوں میں صارفین جس قیمت یا اجرت پر اتفاق کرنا چاہیں شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

بیع صرف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ کرنسی نوٹ سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح ایک ملک کی کرنسی ایک جنس اور مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف اجناس شمار ہوتی ہیں۔ ایک ملک کی کرنسی چونکہ ایک جنس شمار ہوتی ہے لہٰذا اس کے تبادلہ کی صورت میں برابری اور مجلس میں تقابض ضروری ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک امر کے نہ پائے جانے کی صورت میں معاملہ ربا شمار ہو گا۔ بعض علاقوں میں بڑی مالیت کے کرنسی نوٹ کی ریزگاری پر کچھ رقم کی کٹوتی کا رواج پایا جاتا ہے۔ خصوصاً دوکاندار اور ذرائع آمد و رفت کے پیشے سے وابستہ افراد بقایا کی ادائیگی کے لیے اپنے پاس ریزگاری رکھتے ہیں۔ ایک ملک کی کرنسی ایک جنس شمار ہونے کی بنا پر بوقتِ تبادلہ ایسی ہر صورت جس میں رقم کم یا زیادہ پائی جائے ربا کے دائرے میں شامل ہو گی۔ اس میں نئے کرنسی نوٹ زیادہ قیمت پر فروخت کرنا بھی شامل ہے۔ چونکہ نیا یا پرانا ہونا اوصاف سے تعلق

رکھتاہے اورامواِل ربویہ میں اوصاف غیر معتبر ہیں۔اس لیے نئے کرنسی نوٹ ہوں یابڑی مالیت کے نوٹ کی ریزگاری سب کاتبادلہ برابری کی بنیاد پر اور مجلس میں تقابض سے مشروط ہوناچاہیے۔

حاصلِ بحث

ربا ایک ایسامعاشی جرم ہے جو شرعاً حرام ہونے کے علاوہ عوام الناس کے معاشی استحصال،مال کی حرص اور زرپرستی جیسے کثیر مفاسد کاباعث ہے۔نصوص میں اس کی ممانعت اور شدید وعیدوارد ہے۔ربا کی دو بنیادی اقسام ہیں: اوّل ربا القرض جس کا ذکر قرآن میں آنے کی بناپر اسے ربا القرآن اور جاہلیت میں رائج ہونے کی بناپر ربا الجاہلیۃ بھی کہاجاتاہے۔دوسری قسم ربا البیوع ہے جو احادیث میں مذکور ہونے کی بناپر ربا الحدیث کہلاتی ہے۔متعدد روایات میں چھ اصناف سونا،چاندی،گندم، جو،کھجوراور نمک کو بیان فرماکر یکساں اجناس کے تبادلہ کے لیے برابری اور نقد ادائیگی جبکہ مختلف اجناس کے تبادلہ کے لیے نقد ادائیگی کو ضروری قرار دیاگیاہے۔حدیث میں چھ اصناف مذکور ہونے کی بناپر ظواہر انہی چھ میں ربا کے قائل ہیں جبکہ احناف ربا کی علت قدر مع الجنس قراردیتے ہوئے دیگر اشیاء کو بھی ان کے ساتھ لاحق کرتے ہیں۔اموال ربویہ میں اوصاف ناقابلِ اعتبار تصور ہوتے ہیں۔چھ میں سے سوناورچاندی کا تعلق اثمان سے ہےاوران کے باہم تبادلہ کو بیع صرف کہتے ہیں۔موجودہ دور میں کرنسی نوٹ اثمان کے حکم میں ہیں لہٰذا ان پر وجوبِ زکوٰۃ اور رباجاری ہونے جیسے سوناچاندی کے تمام احکام لاگوہوں گے۔ربا اور بیع صرف سے متعلق احناف وظواہر متعدد احکام میں متفق اور بعض میں مختلف نظر آتے ہیں تاہم بحیثیت مجموعی احناف کانقطہ نظر معاصر معیشت میں زیادہ افادیت کاباعث ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1 Ibn Manẓūr al-Afrīqī, Lisān al-‘Arab, (Beirut: Dār Ṣādir, 1996), Vol.3, P.1572.
2 Al-Rūm 39:30.
3 Abū ‘Abd Allāh Muḥammad bin Aḥmad al-Qurṭubī, Al-Jāmi‘ li-Aḥkām al-Qur’ān, (Beirut: Mu’assasat al-Risālah, 2006), Vol.4, P.382.
4 ‘Alā’ al-Dīn al-Ḥaṣkafī, Al-Durr al-Mukhtār ma‘a Radd al-Muḥtār, (Riyāḍh: Dār ‘Ālam al-Kutub, 2003), Vo..7, P.400.
5 Muḥammad Amīn bin ‘Umar bin ‘Ābidīn al-Shāmī, Radd al-Muḥtār ‘alā al-Durr al-Mukhtār, (Riyāḍh: Dār ‘Ālam al-Kutub, 1999), Vol.7, P.399.
6 Muḥammad A‘lā Thanvī, Kashshāf Iṣṭilāḥāt al-Funūn wa al-‘Ulūm, (Beirut: Maktabat Lebnon, 1996), Vol.1, P.841.
7 Nūr al-Dīn ‘Alī bin Abī Bakr al-Haythamī, Bughyat al-Bāḥith ‘an Zawā’id Musnad al-Ḥārith, (Madinah Munawwarah: Markaz Khidmat al-Sunnah wa al-Sīrah al-Nabawiyyah, 1992), Kitāb al-Buyū‘, Bāb fī al-Qarḍ yajurr al-Manfa‘ah, Ḥadīth no. 437.
8 ‘Abd Allāh bin Muḥammad bin Abī Shaybah, Al-Muṣannaf, (Cairo: Maktabat al-Fārūq al-Ḥadīthah, 2008), Kitāb al-Buyū‘ wa al-Aqḍiyah, Bāb fī al-Rajul yakūn lahu ‘alā al-Rajul Dayn f-yuhdī lahu a-yaḥsibahu min Daynihi, Ḥadīth no. 21044.
9 Al-Baqarah, 2:278-279.
10 Al-Baqarah, 2:275.

[11] Al-Nisā', 4:161.
[12] Muslim bin Ḥajjāj al-Qushayrī, Ṣaḥīḥ Muslim, (Riyāḍh: Dār al-Salām, 2015), Kitāb al-Masāqāh, Bāb La'n Ākil al-Ribā wa Mūkilah, Ḥadīth no. 1598.
[13] Muḥammad bin Yazīd Ibn Mājah al-Qazwīnī, Al-Sunan, (Riyāḍh: Dār al-Ḥaḍārah li al-Nashr wa al-Tawzī', 2014), Kitāb al-Tijārāt, Bāb al-Tagh'līẓ fī al-Ribā, Ḥadīth no. 2274.
[14] Muḥammad bin Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, (Riyāḍh: Dār al-Salām, 2015), Kitāb al-Waṣāyā, Bāb Qawl Allāh Ta'ālā inna alladhīna ya'kulūna amwāl al-Yatāmā, Ḥadīth no. 2766.
[15] Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Masāqāh, Bāb al-Ṣarf wa Bay' al-Dhahab bi al-Waraq Naqdan, Ḥadīth no. 1587.
[16] Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū', Bāb Bay' al-Fiḍḍah bi al-Fiḍḍah, Ḥadīth no. 2177.
[17] Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū', Bāb idhā Arāda Bay' Tamr bi Tamr Khayr minhu, Ḥadīth no. 2201.
[18] Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Masāqāh, Bāb al-Ṣarf wa Bay' al-Dhahab bi al-Waraq Naqdan, Ḥadīth no. 1588.
[19] Alā' al-Dīn al-Samarqandī, Tuḥfat al-Fuqahā', (Damascus: Dār al-Fikr, 1998), Vol.2, P.28.
[20] Alā' al-Dīn al-Kāsānī, Badā'i' al-Ṣanā'i', (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2005), Vol.5, P.183.
[21] Muḥammad bin al-Khaṭīb al-Shirbīnī, Mughni al-Muḥtāj, (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1997), Vol.2, P.21.
[22] 'Alī bin Aḥmad bin Sa'īd Ibn Ḥazm al-Ẓāhirī, Al-Muḥallā bi al-Āthār, (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2003), Vol.7, P.401.
[23] Ibid, Vol.7, P.403.
[24] Abū al-Ḥasan 'Alī bin Abī Bakr al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, (Karachi: Idārat al-Qur'ān wa al-'Ulūm al-Islāmiyyah, 1417H), Vol.5, P.177.
[25] Ibid, Vol.5, P.182.
[26] Ibid, Vol.5, P.180.
[27] Hūd, 11:85.
[28] Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū', Bāb idhā Arāda Bay' Tamr bi Tamr Khayr minhu, Ḥadīth no. 2201.
[29] Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Vol.5, P.181.
[30] Ibn Ḥazm, Al-Muḥallā, Vol.7, P.431.
[31] Ibid, Vol.7, P.467.
[32] Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Vol.5, P.201.
[33] 'Abd al-Ḥayy Lakhnawī, Muqaddimah al-Hidāyah, Vol.5, P.202.
[34] Ibid.
[35] Dr. Muḥammad Ḥamīd Allāh, Al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī wa al-Khilāfah al-Rāshidah, (Bayrūt: Dār al-Nafā'is, 1987), P. 80-83.
[36] Ibn Manẓūr, Lisān al-'Arab, Vol.4, P.2434.
[37] Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Vol.5, P.269.
[38] Ibid, Vol.5, P.270.
[39] Ibn Ḥazm, Al-Muḥallā, Vol.7, P.436.
[40] Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Vol.5, P.271.
[41] Ibid, Vol.5, P.270.
[42] Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Buyū', Bāb Bay' al-Fiḍḍah bi al-Fiḍḍah, Ḥadīth no. 2068.
[43] Ibn Ḥazm, Al-Muḥallā, Vol.7, P.436.
[44] Al-Marghīnānī, Al-Hidāyah, Vol.5, P.272.

[45] Ibn Ḥazm, Al-Muḥallā, Vol.7, P.436.
[46] Aḥmad bin Muḥammad bin Muḥammad bin Ḥajar al-Haythamī, Al-Fatāwā al-Kubrā al-Fiqhiyyah, (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2018), Vol.2, P.182.
[47] Majma' al-Fiqh al-Islāmī Jeddah, Qarārāt wa Tawḍīḥ, (1406H-1409H), P. 38.
[48] Abū Ḥāmid Muḥammad al-Ghazālī, Iḥyā' 'Ulūm al-Dīn, (Cairo: Lajnat Nashr al-Thaqāfah al-Islāmiyyah, 1998), Vol.4, P.374.
[49] Dr. 'Alī Aḥmad al-Sālūs, Al-Nuqūd wa Istibdāl al-'Umlāt, (Kuwait: Dār al-Falāḥ, 1970), P. 167.
[50] Al-Kāsānī, Badā'i' al-Ṣanā'i', Vol.5, P.236.